امیر المومنینؑ کے علمی کمالات

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء مولانا سید علی نقی نقوی طاب ثراہ

قبل اس کے کہ ہم امیر المومنینؑ کے علمی کمالات پر روشنی ڈالیں ناظرین کو اس امر کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ علم کو خدائی عہدوں سے کتنا تعلق ہے اور جناب اقدس الٰہی کی نظر میں علم کتنی مہتم بالشان چیز ہے۔

علم وہ ہے جس نے انسان کو اور ہم جنسوں سے ممتاز کیا۔

علم وہ چیز ہے جو باعث ہوا اس کا کہ طالوت خدا کی جانب سے بادشاہ مقرر ہوں اور دوسروں پر انہیں ترجیح دی جائے۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا قَالُوٓا أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَن يَشَآءُ وَاللهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۔

(پارہ ۲، سورہ بقرہ آیت ۲۴۷)

ان کے نبی نے ان سے کہا کہ یقیناً خدا نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنایا ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ کہاں سے اس کو ہم پر سلطنت زیبا ہے باوجودیکہ ہم اس سے زائد ملک کے حقدار ہیں اور اس کو تو مال میں فراوانی نہیں ملی ہے، تو نبی نے کہا کہ خدا نے اسی کو تم پر ترجیح دی ہے اس کو علم و قوت میں زیادتی دی ہے اور خدا جس کو چاہتا ہے اپنا ملک دیتا ہے اور خدا وسیع خزانہ والا اور جاننے والا ہر ایک کے استحقاق کا ہے۔

علم وہ شے ہے جس نے سلیمانؑ، کو اولاد داؤدؑ میں ممتاز کر کے ان کو خلعت خلافت و وصایت پہنایا۔

علم وہ چیز ہے جس نے آدمؑ کو ملائکہ پر ترجیح دی اور ملائکہ سے منوا دیا کہ آدمؑ ہم سے افضل ہیں۔ اتنے بیان سے یہ واضح ہو گیا کہ علم ہی وہ چیز ہے جس پر خدائی عہدوں کا مدار ہے اور علم ہی انسان کے لئے اور ہمچشموں سے ممتاز ہونے کا باعث ہوتا ہے۔ اب مطلوب پر بحث کرنا چاہتا ہوں، یعنی امیر المومنینؑ بعد سرور کائناتؐ کے تمام امت میں اعلم تھے۔ اس بحث میں میں اپنی طرف سے یا اپنے کسی ہم مذہب کی کتاب سے کچھ نہیں کہنا چاہتا، جو کچھ کہوں گا وہ سواد اعظم یعنی حضرات اہلسنت و جماعت کی کتابوں سے نقل کروں گا۔

کیا امیر المومنینؑ بعد رسولؐ کے اعلم امت تھے

اس سوال کا جواب استیعاب ابن عبدالبر میں ملتا ہے۔ عبدالملک بن ابی سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے عطا سے پوچھا: کیا اصحاب رسولؐ میں علیؑ بن ابی طالبؑ سے بہتر کوئی عالم نہ تھا تو انہوں نے کہا کہ کوئی ان سے زائد عالم نہ تھا۔

دوسری روایت

حافظ بزار نے مسند میں لکھی ہے کہ ابن عباس کہتے ہیں **قسم العلم علی الناس خمسة اجزاء فکان لعلی اربعة اجزاء ولسائر الناس جزء شارکھم علی فیه فکان اعلمھم** علم لوگوں پر پانچ حصہ ہو کے تقسیم ہوا ہے چار جزو پورے علیؑ کو ملے ہیں، اور ایک جزو تمام لوگوں پر تقسیم ہوا ہے۔ اس میں بھی علیؑ ان کے شریک ہیں، پس امیر المومنینؑ تمام لوگوں میں اعلم تھے۔

تیسری روایت

دیلمی نے فردوس الاخبار میں سلمان فارسی سے

روایت کی ہے کہ جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا۔

اَعْلَمُ اُمَّتِیْ بَعْدِیْ عَلِیّ ابن اَبِیْ طَالِب۔

میرے بعد اعلم امت علی بن ابی طالب ہیں۔

چوتھی روایت

ابونعیم نے فضائل صحابہ میں لکھا ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

علی بن ابی طالب اعلم الناس باللہ۔

علیؑ بن ابی طالب سب سے زائد خدا کی معرفت رکھنے والے ہیں۔

پانچویں روایت

خوارزمی نے مناقب میں مسروق سے روایت کی ہے کہ

عن مسروق قال شامت اصحاب محمد فوجدت علمهم انتهی الی عمر وعبداللہ بن مسعود ابی الدرداء ومعاذ بن جبل وزید بن ثابت وعلی بن ابی طالب ثم شامت هولاء فوجدت علمهم انتهی الی الرجلین علی وعبداللہ بن مسعود ثم شامت الاثنین فوجدت بفضل علی علی عبداللہ۔

میں نے اصحاب رسولؐ کا امتحان کیا۔ میں نے ان سب کے علم کو پایا کہ عمر اور ابن مسعود اور ابودرداء اور معاذ بن جبل اور زید بن ثابت اور علی بن ابی طالب تک منتہی ہوتا ہے پھر ان میں میں نے دیکھا کہ ان سب کا علم دو شخصوں تک منتہی ہوتا ہے، علیؑ اور عبداللہ ابن مسعود۔ پھر میں نے ان دونوں میں نظر کی تو میں نے دیکھا کہ علیؑ بن ابی طالبؑ ابن مسعود سے بہتر ہیں۔

اس روایت کا حاصل یہ ہوا کہ امیرالمومنینؑ جمیع امت سے بہتر تھے۔

چھٹی روایت

حضرمی نے لکھا ہے۔

عن عبداللہ بن مسعود وقال علماء الارض ثلاثة عالم بالشام وعالم بالحجاز وعالم بالعراق فاما عالم اهل الشام فهو ابو الدرداء واما عالم اهل الحجاز فعلی بن ابی طالب واما عالم اهل العراق فاخ لکم وعالم اهل الشام وعالم اهل العراق یحتاجان الی عالم اهل الحجاز وعالم الحجاز لایحتاج الیهما۔

عبداللہ ابن مسعود کہتے تھے کہ زمین میں بس تین عالم ہیں ایک شام کا عالم اور ایک حجاز کا عالم اور ایک عراق کا عالم۔ شام کے عالم ابودرداء اور حجاز کے عالم علیؑ بن ابی طالبؑ اور عراق کا عالم تمہارا ایک بھائی ہے۔ (یعنی میں) اور عالم اہل شام و عالم اہل حجاز کو احتیاج ہے عالم حجاز کی طرف (رجوع کرنے کی) مگر عالم حجاز کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔

ساتویں روایت

جس کو احمد نے مناقب میں لکھا ہے، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امیرالمومنینؑ کی اعلمیت کے دشمن تک قائل تھے۔ ابوالجازم سے روایت ہے کہ ایک شخص معاویہ کے پاس آیا اور کوئی مسئلہ پوچھا، معاویہ نے کہا کہ

سل عنها علی بن ابی طالب فهو اعلم

یہ مسئلہ علی بن ابی طالب سے پوچھو، اس لئے کہ وہ اعلم ہیں۔ اس شخص نے کہا آپ کا جواب مجھے علیؑ کے جواب سے زائد محبوب ہے۔ یہ سنتے ہی معاویہ کو غصہ آ گیا اور کہا۔

بئس ماقلت لقد کرهت رجلا کان رسول اللہ یغرزه بالعلم غرزالصدر قال له انت منی بمنزلة هارون من موسی الا انه لانبی بعدی وکان عمر اذا اشکل علیه شئی اخذمنه۔

تونے کیا بری بات کہی ہے۔ تونے ایسے شخص سے کراہت کی جس کے سینہ میں رسول اللہ نے علم بھر دیا ہے اور ان سے کہا کہ تم کو مجھ سے وہ منزلت ہے جو ہارونؑ کو موسیؑ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اور حضرت عمر کو جب کوئی مشکل پیش آیا کرتی تھی تو وہ انہیں سے پوچھا کرتے تھے۔

مختلف علوم میں حضرت امیر علیہ السلام کی اعلمیت

ان تمام روایات سے معلوم ہوگیا کہ امیرالمومنینؑ اعلم امت تھے۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ دکھائیں کہ امیرالمومنینؑ تمام علوم میں علیٰحدہ علیٰحدہ اعلم امت تھے۔

علم القرآن

اس کے اثبات کے لئے اتنا کافی ہے کہ امیرالمومنینؑ جامع قرآن تھے، چنانچہ خوارزمی نے مناقب میں لکھا ہے کہ امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ جب رسالتمآبؐ نے انتقال کیا تو میں نے قسم کھائی کہ اپنی پشت سے ردا نہیں اتاروں گا جب تک کہ قرآن کو اسی طرح نہ جمع کرلوں گا کہ جس طرح خدا کی لوح میں ہے۔ پھر میں نے ایسا ہی کیا کہ ردا نہیں اتاری جب تک کہ قرآن جمع نہیں کرلیا۔

اور ابونعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء میں اور ثعلبی نے لکھا ہے کہ آیۂ مبارکہ

(قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ۔) (سورہ رعد، آیت ۴۳)

کہہ دو کہ کافی ہے خدا ہمارے درمیان میں گواہی کے لئے اور وہ شخص جس کے پاس علم قرآن ہے۔ امیرالمومنینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور احمدؒ نے مسند میں حضرت عمر سے روایت کی ہے کہ انّ رسولؐ اللہ قال لعلی انك اول المؤ منین معی ایمانا واعلمهم بایات اللہ الخ پہلے مجھ پر ایمان لائے ہو اور سب سے پہلے زائد آیات خدا کے عالم ہو۔

جو لوگ کہ علماء قرآن مشہور ہیں، وہ خود معترف تھے اس کے کہ ہم نے امیرالمومنینؑ سے استفادہ کیا ہے۔ چنانچہ خوارزمی نے مناقب میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن مسعود کہتے تھے میں نے سترہ سورہ قرآن کے رسالتمآبؐ کے سامنے پڑھے اور پورا قرآن بہترین مردم علی ابن ابی طالبؑ کے سامنے ختم کیا۔

علم قرأت

تمام ائمہ قرأت کا مرجع امیرالمومنینؑ ہیں۔ حمزہ وکسائی امیرالمومنینؑ وابن مسعود کی قرأت پر عامل تھے، لیکن مصحف ان دونوں کا ابن مسعود کے خلاف ہے۔ معلوم ہوا کہ ابن مسعود کی فقط اعراب میں تبعیت کرتے تھے اور دیگر فنون قرأت میں دونوں امیرالمومنینؑ ہی کی تابع ہیں۔ اور نافع اور ابن کثیر اور ابوعمرو کی غالب قرأت ابن عباس کی طرف راجع ہے۔ اور ابن عباس امیرالمومنینؑ کے شاگرد تھے۔ اور عاصم بن ابی النجود قرأت میں ابوعبدالرحمٰن سلمی کے شاگرد تھے اور عبدالرحمٰن سلمی کا مقولہ تھا کہ میں نے پورا قرآن علیؑ بن ابی طالبؑ کے سامنے پڑھا۔

علم تفسیر

تمام مفسرین مثل ابن مسعود ابی بن کعب وزید بن ثابت کے تقدم واعلمیت امیرالمومنینؑ کے معترف تھے ملا کاتب چلپی نے کشف الظنون میں لکھا ہے کہ ابن مسعود نے کہا کہ

ان القرآن انزل علی سبعة احرف مامنها حرف الا وله ظهر وبطن وان علیا عنده علم الظاهر والباطن۔

قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا، ہر حرف میں ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔ علیؑ بن ابی طالبؑ ظاہر و باطن دونوں کے عالم تھے۔

اہل تفسیر میں عبداللہ بن عباس رئیس المفسرین اور ترجمان القرآن شمار کئے جاتے ہیں۔ اور ابن عباس امیرالمومنینؑ کے شاگرد تھے، تفسیر نقاش میں ہے کہ ابن عباس نے کہا۔

جلّ ما تعلّمت من التفسیر من علی بن ابی طالب

بڑا حصہ ان معلومات کا جو مجھے تفسیر کے متعلق ہیں میں نے علیؑ بن ابی طالبؑ سے معلوم کیا ہے۔

اور استیعاب علامہ ابن عبدالبر میں ابن عباس کی زبانی مرقوم ہے:۔

اذا اثبت لنا الشئی عن علی لم نعدل الی غیرہ۔

جب ہم کو کوئی شئے امیرالمومنینؑ کے قول سے ثابت ہوجاتی تھی تو ہم کسی دوسرے کی طرف رجوع نہ کرتے تھے اور ابن مغازلی شافعی نے مناقب میں تحریر کیا ہے کہ ابن عباس کہتے تھے:۔

یشرح لنا علی نقطة الباء من بسم الله الرحمن الرحیم لیلة فانفلق عمود الصبح فرأیت نفسی فی جنبه کالفوّارة فی جنب البحر المثعجر۔

ایک دفعہ شب بھر علیؑ نے فقط بائے بسم اللہ کی مجھ سے تفسیر بیان کی یہاں تک کہ عمود صبح نمودار ہوگیا اور میں اپنے تئیں ان کے مقابل میں ایسا دیکھ رہا تھا کہ جو ہستی ایک فوارے کی ہوتی ہے بحر ذخار کے مقابلہ میں۔فضائل عکبری میں ہے کہ شعبی نے کہا۔

ما احد اعلم بکتاب الله بعد نبی الله من علی بن ابی طالبؑ۔

کوئی شخص بعد رسالتمآبؐ کے علیؑ بن ابی طالبؑ سے زائد کتاب خدا کا جاننے والا نہ تھا۔

اس اعلمیت کا اثر تھا کہ امیرالمومنینؑ بارہا فرمایا کرتے تھے کہ میں ہر آیت کو جانتا ہوں کہ کہاں نازل ہوئی اور کب نازل ہوئی چنانچہ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے:۔

عن ابن سعد سمعت علیاً یقول والله مانزلت اٰیة الا وقد علمت فیما نزلت واین نزلت وعلی من نزلت انّ ربی وهب لی قلباً عقولا ولسانا ناطقا۔

ابن سعد سے روایت ہے کہ میں نے امیرالمومنینؑ کو کہتے سنا کہ خدا کی قسم کوئی آیت نہیں نازل ہوئی مگر یہ کہ میں جانتا ہوں کہ کس کے بارے میں نازل ہوئی اور کہاں اتری اور کس پر اتری خدا نے مجھ کو سمجھنے والا دل اور گویا زبان عطا کی ہے۔

قوت القلوب میں ہے کہ امیرالمومنینؑ نے فرمایا:۔

لوشئت لاوقرت سبعین بعیراً فی تفسیر فاتحة الکتاب

اگر چاہوں تو ستر اونٹوں کا بار لکھ دوں سورہ حمد کی تفسیر میں۔

علم فقہ

جتنے فرق اسلام ہیں سب کی فقہ راجع ہے امیرالمومنینؑ ہی جانب۔ مذہب امامیہ اثناعشریہ بالکل واضح ہے کہ امیرالمومنینؑ کی طرف راجع ہے۔ مذہب اہلسنت میں چار ائمہ فقہ مانے جاتے ہیں اور چاروں کی فقہ امیرالمومنینؑ کی طرف رجوع کرتی ہے۔امام ابوحنیفہ نے علم فقہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے حاصل کیا ہے۔ چنانچہ حافظ ذہبی طبقات میں امام محمد باقرؑ کے حال میں لکھتے ہیں:۔

روی عنه ابنه جعفر الصادق والاوزاعی والزهری وابو حنیفة۔

امام محمد باقرؑ سے ان کے بیٹے امام جعفر صادقؑ اور اوزاعی اور زہری اور ابوحنیفہ روایت کرتے ہیں۔

اور خود ابوحنیفہ کا مقولہ کتب اہل تسنن میں مذکور ہے:۔

لولا السنتان لهلك النعمان۔

اگر دو سال میں امام جعفر صادقؑ کے پاس نہ رہتا تو ہلاک ہوجاتا۔

شافعی کے فقہ میں دو سلسلہ ہیں، پہلا سلسلہ یہ ہے کہ شافعی محمد بن حسن شیبانی کے شاگرد تھے اور شیبانی کو امام ابوحنیفہ سے تلمذ تھا، اس لحاظ سے یہ سلسلہ شافعی کا امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادق علیہ السلام تک منتہی ہوتا ہے۔دوسرا سلسلہ یہ ہے کہ شافعی مالک بن انس کے شاگرد تھے،اور مالک بن انس ربیعۃ الرائے کے شاگرد تھے،اور ربیعۃ الرائے نے فقہ وحدیث عکرمہ سے حاصل کیا ہے،اور عکرمہ کو ابن عباس سے تلمذ تھا،اور ابن عباس کی فقہ ظاہر ہے کہ امیرالمومنینؑ کی طرف راجع ہے۔احمد بن حنبل شافعی کے شاگرد ہیں اس لئے ان کا سلسلہ تلمذ بھی امیرالمومنینؑ ہی کی طرف منتہی ہوتا ہے۔

اخطب خوارزم نے مناقب میں تحریر کیا ہے ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ

قال رسول الله اقضی امتی بعدی علی بن ابی طالب۔

جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ میرے بعد تمام امت سے بہتر قاضی علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں۔

احمد نے مسند میں سعید بن مسیب سے روایت کی ہے:۔

کان عمر یتعوذ باللہ من معضلہ لیس لھا ابو الحسن۔
حضرت عمر پناہ مانگتے تھے اس مشکل سے جس کے حل کے لئے ابوالحسنؑ نہ ہوں۔

علم الفرائض

مسند احمد واستیعاب ابن عبد البر میں ہے کہ عبداللہ بن مسعود کہتے تھے۔

اعلم اھل المدینة بالفرائض علی بن ابی طالب
تمام اہل مدینہ سے فرائض میں علیؑ بن ابی طالبؑ اعلم ہیں

علم کلام

علامہ فخرالدین رازی اربعین میں لکھتے ہیں کہ امیرالمومنینؑ کے خطب میں اسرار توحید وعدل ونبوت وقضا وقدر ومعاد جتنے مخزون ہیں وہ کسی صحابی کے کلام میں نہیں دکھائی دیتے، جمیع فرق متکلمین آخر میں انہیں حضرت کی طرف منتہی ہوتے ہیں۔ معتزلہ کا انتساب جناب امیرؑ کی طرف ہے۔ اس لئے کہ مذہب معتزلہ کے بانی واصل بن عطا ہیں جنہوں نے ابو ہاشم عبداللہ بن محمد حنفیہ سے تعلیم پائی ہے اور عبداللہ نے اس علم کو اپنے والد محمد بن حنفیہ سے حاصل کیا ہے اور محمد حنفیہ کو تمام فیضان اپنے پدر بزرگوار امیرالمومنینؑ سے حاصل ہوا تھا۔ دوسرا فرقہ اشعریہ کا ہے جو ابوالحسن علی بن ابی بشر اشعری کی طرف منسوب ہے اور اشعری ابوعلی جبائی معتزلی کے تلامذہ میں سے ہیں اور معتزلہ کا انتساب امیرالمومنینؑ کی طرف واضح ہو چکا۔ تیسرا فرقہ امامیہ شیعہ کا ہے ان کا انتساب امیرالمومنینؑ کی طرف بہت ظاہر ہے۔ چوتھا فرقہ متکلمین کا خوارج تھے جو جناب امیرؑ کے دشمن تھے لیکن خوارج کے اکابر وہی لوگ تھے جو ابتداء میں علیؑ سے تعلیم پاتے رہے تھے۔

فثبت ان جمھور المتکلمین من فرق الاسلام کلھم تلامذة علی۔
پس ثابت ہوا کہ جمہور متکلمین فرق اسلام کے امیرالمومنینؑ کے تلامذہ ہیں۔

علم نحو

یہ علم تو حضرت امیرؑ کی ایجاد ہی ہے۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں:۔

عن ابی الاسود الدؤلی قال دخلت علی امیر المؤمنین علی بن ابی طالب فرأیته مطرقا مفکرا فقلت فیم تفکر یا امیر المؤمنین قال انی سمعت ببلد کم لحنا فاردت کتاباً فی اصول العربیه فقلت ان فعلت ھذا احییتنا وابقیت فینا ھذا اللغة ثم اتیته بعد ثلاث ایام فالقی الی صحیفة فیھا بسم اللہ الرحمن الرحیم الکلام کله اسم وفعل و حرف فالاسم ما انبأنا عن المسمی والفعل ما انبأنا عن حرکت المسمیٰ والحرف ما انبأنا عن ما فی لیس باسم ولا فعل ثم قال تتبعه وزد فیه ما وقع لك واعلم یا ابا الاسود ان الاشیاء ثلثة ظاھر ومضمر وشئی لیس بظاھر ولا مضمر وانما یتفاضل العلماء فی معرفة مالیس بظاھر ولا مضمر قال ابو الاسود فجمعت منه اشیاء وعرضتھا علیه فکان من ذلك حروف النصب فذکرت منھا ان ولن ولیت ولعل وکان ولم اذکر لکن فقال لی لم ترکتھا فقلت لم احسبھا منھا فقال بل ھی منھا فزدھا فیھا۔

ابواسود دوَلی سے روایت ہے کہ میں امیرالمومنین علیؑ بن ابی طالبؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے دیکھا کہ آپ گردن جھکائے فکر میں بیٹھے ہیں۔ میں نے کہا کہ کیا فکر ہے یا امیرالمومنینؑ آپ نے فرمایا کہ میں نے تمہارے شہر میں غلطیاں سنی ہیں۔ پس میں نے چاہا ہے کہ ایک تحریر لکھوں اصول عربیت میں۔ میں نے کہا کہ اگر آپ ایسا کریں گے تو ہمیں زندہ کرلیں گے اور زبان عربی کو ہم میں باقی رکھ لیں گے۔ پھر میں تین دن کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس آپ نے مجھ کو ایک کاغذ دیا اس میں لکھا تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم کلام تین قسم کا ہے، اسم اور فعل اور حرف، پس اسم وہ ہے کو مسمی کو بتائے اور فعل وہ ہے جو حرکت مسمیٰ کو بتلائے اور حرف وہ ہے جو وہ معنی بتائے جو نہ اسمی ہوں نہ فعلی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اسی کا تتبع کرو اور اس میں جو

تمہارے دل ہو وہ بڑھاؤ اور آگاہ ہو اے ابوالاسود کہ تمام چیزیں تین قسم کی ہیں ظاہر اور مضمر اور ایک وہ جو نہ ظاہر ہو نہ مضمر، اور علماء کی فضیلت اسی شے کے جاننے میں معلوم ہوتی ہے جو نہ ظاہر ہو نہ مضمر۔ ابوالاسود کہتے ہیں کہ میں نے چند چیزیں نحو کی جمع کیں اور حضرت کی خدمت میں پیش کیں۔ منجملہ ان کے حروف نصب بھی تھے اور میں نے حروف نصب میں ان اور لن اور لیت اور لعل اور کان کو ذکر کیا تھا لکن نہیں لکھا تھا، امام نے مجھ سے کہا کہ لکن کو کیوں چھوڑ دیا؟ میں نے عرض کیا کہ میں اس کو ان میں سے نہیں سمجھتا تھا، آپ نے فرمایا نہیں بلکہ یہ بھی انہی میں سے ہے اس کو بڑھادو ان میں۔

علم جفر جامعہ

کتب تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ علم بھی امیرالمومنینؑ ہی کی ایجاد ہے اور یہ مخصوص ہے اہلبیت رسالتمآبؐ سے جو سینہ بہ سینہ ایک دوسرے کے پاس ودیعت ہوتا چلا آیا ہے۔ چنانچہ ملا کاتب چلپی نے کتاب کشف الظنون میں کہا ہے:۔

قال طائفة ان الا مام علی بن ابی طالب وضع الحروف الثمانية والعشرين علی طريق البسيطة الاعظم فی جلد الجفر ليستخرج منها بطرق مخصوصة وشرائط معينة مافی لوح القضاء والقدر وهذا علم تورثه اهل البيت۔

ایک گروہ کہتا ہے کہ امام علیؑ بن ابی طالبؑ نے اٹھائیس حرف بسیط اعظم کے طریق پر ایک جلد میں جفر کے وضع فرمائے تھے تاکہ ان سے مخصوص طریقوں سے اور معین شرطوں کے ساتھ قضا وقدر کے احکام کا استخراج ہو سکے اور یہ وہ علم ہے جس کے اہلبیت ہی وارث ہیں۔

اور ابن قتیبہ نے ادب الکاتب میں اور دمیری نے حیوٰۃ الحیوان میں اور ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں یہ لکھا ہے کہ علم جفر کے واضع امام جعفر صادقؑ ہیں، بہر حال اہلبیتؑ رسولؐ اس علم کے سرچشمہ ہیں۔

علم حساب

شعبی کا مقولہ تھا۔

ما رأيت افرض من علی ولا احسب منه۔

میں نے علیؑ سے بہتر علم فرائض کا جاننے والا اور ان سے بہتر حساب داں نہیں دیکھا۔

علم ہیئت

ارجح المطالب میں ہے کہ ایک دفعہ لوگ امیرالمومنینؑ کے سامنے اہرام مصری تاریخ بنیاد کے متعلق گفتگو کر رہے تھے اور کوئی درست وقت نہ بیان کر سکتے تھے۔ آپ نے پوچھا کیا ان پر کوئی تصویر بھی بنی ہوئی ہے؟ کسی شخص نے عرض کیا کہ ان پر ایک چیل کی تصویر ہے جو اپنے پنجہ میں خرچنگ پکڑے ہوئے ہے آپ نے فرمایا بنی الهرماه والنسر فی السرطان مصر کے مینار اس وقت تعمیر ہوئے تھے جب نسر برج سرطان میں تھا اور نسر دو ہزار برس میں ایک برج کو طے کرتا ہے اور آج کل جدی میں ہے۔ اس حساب سے بارہ ہزار برس ان کی بنیاد کو ہوئے ہیں۔

فصاحت وبلاغت

امیرالمومنینؑ کی ادبیت کے متعلق میرا مستقل مضمون 'الواعظ' کے کسی اشاعت میں شائع ہو چکا ہے۔ اس مضمون میں بحسب مقتضائے حال ایک نمونہ پیش کروں گا۔ جس طرح امیرالمومنینؑ کے کلام میں معانی وبیان کی خوبیاں اعلیٰ پیمانہ پر ہوتی تھیں، اسی طرح جس مقام پر صنائع ومحسنات بدیعیہ کو معصومؑ نے صرف کیا ہے اس کی نظیر کسی بلیغ کے کلام میں ڈھونڈھنے سے نہیں ملتی۔ ابو عمرو بن بحر حافظ نے کتاب غرہ میں لکھا ہے کہ امیرالمومنینؑ نے معاویہ کو تحریر فرمایا۔

غَرَّكَ عِزُّكَ فَصَارَ قُصَارَا ذٰلِكَ ذُلَّكَ فَاخْشَ فَاحِشَ فِعْلَكَ فَعَلَّكَ تُهْدَا بِهٰذَا۔

تجھ کو تیری عزت نے دھوکا دیا ہے یہی باعث تیری ذلت کا ہوا ہے، پس خدا سے ڈر اور اپنے افعال کو درست کر، شاید تو اس کی وجہ سے ہدایت پائے۔

علاوہ معنوی لطافت کے تجنیس کا وہ اعلیٰ نمونہ اس کلام میں ہے جو کسی اور فصیح و بلیغ سے صادر ہونا مشکل ہے۔ اور آپ ہی کا مقولہ نقل کیا ہے مَنۡ اٰمَنَ اٰمِن جو ایمان لایا وہ عذاب جہنم سے محفوظ ہوگیا۔ انشاءاللہ اگر موقع ملا تو کسی اور نمبر میں پھر اس مضمون سے بحث کروں گا۔

نتیجه

جب یہ ثابت ہوگیا کہ امیرالمومنینؑ بعد رسالت مآب کے اعلم امت تھے اور یہ بھی معلوم ہو چکا کہ خدائی عہدوں میں مدخلیت علم کو ہے تو یہ بھی واضح ہوگیا کہ بعد رسالتمآبؐ کے امیرالمومنینؑ خلیفہ برحق تھے۔

ماخوذ از ماہنامہ الواعظ لکھنؤ شعبان ۱۳۴۲ھ/ مارچ ۱۹۲۴ء

امیرالمومنین علیہ السلام کے ادب آموز کلمات

کتب تاریخ کی ورق گردانی کرنے والوں پر یہ امر مخفی نہ ہوگا کہ عرب نے ادبیت و شعر گوئی میں جو مرتبہ حاصل کیا ہے۔ بعثت رسولؐ کے صدہا برس بیشتر سے عرب میں فصاحت و بلاغت کا چرچا تھا اور بڑی بڑی ترقیاں ادب نے اس زمانہ میں کی تھیں۔ فصاحت و بلاغت میں اتنا غرور تھا کہ قصیدہ خانہ کعبہ میں لٹکا دیئے جاتے تھے کہ کوئی ان کی مثال لائے۔ جب رسالت مآبؐ مبعوث ہوئے تو قرآن مجید نازل ہوا۔ قرآن کی وہ فصاحت تھی کہ جس کے سامنے عرب کے تمام فصحا گنگ نظر آنے لگے۔ کسی کی کوئی حقیقت باقی نہ رہی۔ اس وقت میں قرآن کے بعد اگر کوئی کلام نمایاں حیثیت سے نظر آتا ہے تو وہ علی بن ابی طالبؑ کا کلام ہے۔ اگر زائد فرق ہوتا تو قرآن کی فصاحت اور کلام امیرالمومنینؑ کی فصاحت میں تو ہرگز قرآن کے سامنے امیرالمومنینؑ کا کوئی کلام بھی حقیقت نہ رکھتا۔ جس طرح آفتاب کے سامنے چراغ روشن کر دیا جائے تو ہرگز چراغ کی کچھ بھی ضو نہ معلوم ہوگی جس کی وجہ بظاہر یہ ہے کہ آفتاب کی روشنی سے چراغ کی روشنی کو کوئی نسبت ہی نہیں۔ ہاں بیشک چاند کے پہلو میں ستاروں کا جھرمٹ اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اس کا سبب محض یہی ہے کہ چاند کی روشنی میں اور ستاروں کی ضیاء میں کوئی بڑا تفرقہ نہیں۔ امیرالمومنینؑ کا کلام کلام خدا سے بس ایک درجہ پست ہے، بس اس قدر فرق ہے کہ اگر کبھی اثنائے کلام جناب امیرؑ میں کلام خالق کلام آگیا تو اسی طرح جس طرح ماہتاب ستاروں میں ممتاز ہو کے چمکتا ہے۔

ابن ابی الحدید معتزلی نے لکھا ہے کہ علیؑ بن ابی طالب کا فصاحت میں کوئی مثل و نظیر نہ تھا۔ صحابہ میں سے ایک کا کلام بھی ایسا فصیح نہیں دکھائی دیتا جیسا امیرالمومنین کا کلام ہوا کرتا تھا۔ ابن نباتہ کہتا ہے:۔

حفظت من الخطابة كنزالايزيده
الانفاق الاسعة و كثرة حفظت مائة
فصل من مواعظ علی بن ابیطالب

”میں نے خطبوں کا ایک ایسا خزانہ جمع کیا ہے جو صرف کرنے سے اور بڑھتا ہے میں نے سو فصلیں مواعظ علیؑ بن ابی طالب کی یاد کی ہیں۔

امیرالمومنینؑ کی وہ فصاحت تھی کہ دشمنوں تک کی زبانیں جس کی مدح میں گویا نظر آتی ہیں۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ جب محقن ابن ابی محقن نے امیر معاویہ کے پاس جا کے امیرالمومنینؑ کی مذمت کی اور کہا کہ جئتك من اعيى الناس میں اس کے پاس سے آرہا ہوں جو سب سے زائد بولنے میں عاجز ہے۔ یہ سنتے ہی معاویہ کو غصہ آگیا اور کہا کہ

ويحك كيف يكون اعيى الناس فوالله ماسن الفصاحة لقريش غيره

وائے ہو تجھ پر، وہ بات کرنے میں عاجز کیسے کہے جا سکتے ہیں؟ خدا کی قسم قریش میں فصاحت کی ابتداء انہوں ہی نے کی ہے۔

ابن مسبوع اندلسی نے کتاب شفا میں لکھا ہے کہ جناب رسالتمآبؐ نے اپنی اور امیرالمومنینؑ کی خلقت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

فصيرنی فی صلب عبدالله وصار علی فی
صلب ابی طالب فاختارنی بالنّبوة واختار

علیاً بالشجاعة والفصاحة

میرا نور صلب عبداللہ میں پہنچا اور علیؑ کا نور ابوطالبؑ کے صلب میں آیا، خدا نے مجھ کو نبوت کے لئے پسند کیا اور علیؑ کو شجاعت وفصاحت کے لئے منتخب کیا۔

اس حدیث نبوی سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح رسالتمآبؐ کے ساتھ نبوت کو اختصاص تھا اسی طرح امیرالمومنینؑ سے فصاحت کو ایک امتیازی خصوصیت تھی۔ جبھی تو جناب امیرؑ نے فصاحت کو وہ گرانقدر لباس پہنایا کہ چشم ادبیت میں خیرگی پیدا ہوگئی۔ عرب کی شاعری منحصر تھی تشبیب وتغزل اور بداخلاقیوں میں امیرالمومنینؑ نے مواعظ ونصائح اور دیگر مکارم اخلاق میں فصاحت وبلاغت کے وہ اعلیٰ نمونہ دکھائے جو اور اہل عربیت کے کلام میں ڈھونڈھے سے نہیں ملتے۔ اصحاب رسول میں بھی لوگوں کو فصاحت وبلاغت کا شوق تھا اور شعروشاعری سے دلچسپی تھی لیکن مورخین اہل سنت کا مقولہ ہے کہ امیرالمومنینؑ سے بہتر کوئی شعر نہ کہہ سکتا تھا۔ چنانچہ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں:۔

اخرج الشعبی قال کان ابو بکر یقول الشعر وکان عمر یقول الشعر وکان عثمان یقول الشعر وکان علی اشعر۔

شعبی نے یہ کہا ہے کہ حضرت ابوبکر شعر کہا کرتے تھے اور حضرت عمر بھی شعر کہا کرتے تھے اور حضرت عثمان بھی شعر کہا کرتے تھے لیکن حضرت علیؑ سب سے بہتر شاعر تھے۔

علامہ سید رضی علیہ الرحمہ کو دیباچہ میں نہج البلاغہ کے ایک خاص جوش پیدا ہوا ہے اور انہوں نے امیرالمومنینؑ کی ذات پر فرزدق کا یہ شعر پڑھ کر فخر کیا ہے:۔

أولئك آبائی فجئنی بمثلهم
اذا اجمعتنا یا جریر المجامع

ہمارے باپ دادا جس مرتبہ کے ہیں اگر کسی کے اجداد کو وہ شرف ہو تو مقابل میں لائے۔

بافہم حضرات اس تمام بیان سے اس مطلب کو سمجھ گئے ہوں گے کہ منزل کتنی سخت ہے اور سالک کے قدم سے کتنی اجل ہے، بہرحال چند قطرہ اس بحر محیط کے جس میں بڑے بڑے فصحا وبلغا غوطہ زن نظر آتے ہیں یا چند پھول اس گلزار فصاحت کے جہاں تمام ائمہ ادبیت وعربیت گلچیں دکھائی دیتے ہیں، ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں، نہ اس لئے کہ امیرالمومنینؑ کی فصاحت پر کچھ روشنی پڑے، وہ مثل آفتاب کے روشن ہے، بلکہ اس لئے کہ طالبان ادب اس سے ادب سیکھیں اور یہ ادب آموز خلائق ہے دریائے ناپیدا کنار سے چند قطرے درر شہوار کی صورت پیش کرتا ہوں۔

نہج البلاغة میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے قبل عالم کی حالت اور عرب کی جہالت اور دنیا کی تاریکی کی تصویر چند لفظوں میں کھینچتے ہیں جن میں ہر فقرہ ایک دفتر اپنے شرح کے لئے چاہتا ہے فرماتے ہیں۔

وَالنَّاسُ فِي فِتَنٍ انجذام فيها حَبْلُ الدِّيْنِ وَتَزَعْزَعَتْ سَوَارِي الْيَقِيْنِ وَاخْتَلَفَ النَّجْرُ وَتَشَتَّتَ الْأَمْرُ وَضَاقَ الْمَخْرَجُ وَعَمِيَ الْمَصْدَرُ فَالْهُدَىٰ خَامِلٌ وَالْعَمَىٰ شَامِلٌ عُصِيَ الرَّحْمَانُ وَنُصِرَ الشَّيْطَانُ وَخُذِلَ الْإِيْمَانُ فَانْهَارَتْ دَعَائِمُهُ وَتَنَكَّرَتْ مَعَالِمُهُ وَدَرَسَتْ سُبُلُهُ وَعَفَتْ شِرَكُهُ أَطَاعُوا الشَّيْطَانَ فَسَلَكُوْا مَسَالِكَهُ وَوَرَدُوْا مَنَاهِلَهُ بِهِمْ سَارَتْ أَعْلَامُهُ وَقَامَ لِوَائُهُ فِي فِتَنٍ دَاسَتْهُمْ بِأَخْفَافِهَا وَوَطِئَتْهُمْ بِأَظْلَافِهَا وَقَامَتْ عَلَىٰ سَنَابِكِهَا فَهُمْ فِيْهَا تَائِهُوْنَ حَائِرُوْنَ جَاهِلُوْنَ مَفْتُوْنُوْنَ فِي خَيْرِ دَارٍ وَشَرِّ جِيْرَانٍ نَوْمُهُمْ سُهُوْدٌ وَكُحْلُهُمْ دُمُوْعٌ بِأَرْضٍ عَالِمُهَا مُلْجَمٌ وَجَاهِلُهَا مُكْرَمٌ۔

فرماتے ہیں رسالتمآبؐ کی بعثت اس وقت ہوئی جب کہ لوگ ایسے فتنوں میں تھے کہ جن میں دین کی رسی ٹوٹ گئی تھی (یعنی دین کمزور ہوگیا تھا، لوگ سب بے دین ہوگئے اور کفر وشرک اختیار کرلیا تھا)اور (قصر) یقین کے ستون ہل رہے تھے اور قریب تھا کہ وہ قصر گر پڑے، بنائیں دین کی کمزرو ہوگئی تھیں، (اور اصل دین کی) مختلف ہوگئی تھی (کوئی تثلیث کا قائل تھا، کوئی ثنویت کا مؤید تھا، کوئی آفتاب کی نورانی اور پرضیاء جرم کو اپنا رب ماننے پر تیار تھا، کوئی ایک چھوڑ تین سوساٹھ خداؤں کے سامنے سرتسلیم خم کرنے پر آمادہ تھا اور اپنے ہی ہاتھوں کے ترشے ہوئے بتوں کو اپنا خالق مانتا تھا، غرض یہ کہ اصل دین میں اختلاف ہورہے تھے)اور امر اسلام کا متفرق ہوگیا تھا (دین کی بندھی مٹھی اختلاف ہوجانے سے کھل گئی تھی اجتماعی شان جو اتحاد دینی سے ہوتی ہے جاتی رہی تھی اور افتراق پیدا تھا) تنگ ہوگیا تھا راستہ (ان فتنوں سے) نکلنے کا اور اندھا ہوگیا تھا طریقہ (اس اختلاف سے) نکلنے کا (یہ منتہائے بلاغت ہے عمی کی نسبت مصدر کی طرف مجاز عقلی ہو جیسے قائم اللیل اور صائم النھار جس کے معنی ہوتے ہیں کہ ھو قائم فی اللیل و صائم فی النھار اسی طرح عمی المصدر کے معنی یہ ہیں کہ راستہ ضلالت سے نکلنے کا تاریک ہوگیا تھا کہ جو شخص نکلنا چاہتا تھا اس کو کچھ دکھائی نہ دیتا تھا جس طرح نابینا شخص کو کچھ دکھائی نہیں دیتا) پس ہدایت گمنام ہوگئی تھی (ایک تو کوئی ہدایت یافتہ رہا نہیں اور جو ہے بھی وہ کافروں کے خوف سے لباس ہدایت میں اپنے تئیں ظاہر نہیں کرسکتا بلکہ وہ خود چھپا رہتا ہے یا ہدایت کو چھپائے رکھتا ہے) اور کوری عام ہوگئی تھی (ہر شخص کا دیدۂ دل نابینا ہوگیا تھا اور سب تاریکی ضلالت میں مبتلا تھے) خدا کی نافرمانی ہونے لگی اور شیطان کی مدد کی جانے لگی، ایمان بے ناصر و مددگار چھوڑ دیا گیا تھا۔ پس اس کے ستون گر گئے تھے اور اس کی علامتیں پہچانی نہ جاتی تھیں اور اس کے راستہ کٹ گئے تھے اور اس کی راہیں تباہ ہوگئی تھیں ۔لوگ شیطان کی اطاعت کرنے لگے تھے۔ پس اس کے راستوں پر چلے اور اسی کے چشموں سے سیراب ہوئے ۔انہیں لوگوں کے سبب سے اس کی نشانیاں مشہور ہوگئی تھیں اور اس کا جھنڈا گڑ گیا تھا ان فتنوں میں جنہوں نے ان کو پیٹ ڈالا تھا اپنی ٹاپوں سے اور کچل ڈالا تھا اپنے پیروں سے اور فتنے اپنے پر کھڑے ہوگئے تھے (یعنی فتنوں کو اس قدر استحکام ہوگیا کہ اب کسی معین کی ضرورت نہ تھی) پس وہ لوگ ان فتنوں میں حیران وسرگرداں اور جاہل تھے اور آزمائش ہوئی تھی ان کی ایسے گھر میں کہ جو اچھا گھر تھا (یعنی مکہ معظّمہ) اور ان ہمسایوں میں جو برے ہمسایہ تھے (یعنی اصنام جو باعث ہوتے تھے ان کی گمراہی اور ابدی ہلاکت کے)اہل زمانہ (اتنے مضطرب تھے کہ راتوں کو نیند نہ آتی تھی اُن) کا سونا شب بیداری تھی، آنسو سرمہ چشم تھے (ہر وقت اشک باری کا شغل تھا) اس زمین میں کہ جہاں عالم کا تو منھ بند کردیا گیا تھا (کہ وہ کچھ بول نہ سکے)اور جاہلوں کی تعظیم کی جاتی تھی (اور بزرگداشت ہوتی تھی)

(۲) جب آپ کی بیعت ہوئی تو آپ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے ہیں یہ کچھ ایسا فصیح کلام ہے کہ علامہ سید رضیؒ جامع نہج البلاغہ کو اس مقام پر پہونچ کے تاب نہیں رہی ہے اور بے اختیار خاص لفظوں میں اپنے دلی جذبات کا اظہار کرہی دینا پڑا حضرت نے مسلمانوں سے خطاب کرکے فرمایا:۔

ذِمَّتِيْ بِمَا اَقُوْلُ رَهِيْنَةٌ وَاَنَابِهٖ زَعِيْمٌ اِنَّ مَنْ صَرَّحَتْ لَهُ الْعِبَرُ عَمَّا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنْ

آلْمَثُلَاتِ هَجَرَتْهُ التَّقْوٰى عَنْ تَقَحُّمِ الشُّبُهَاتِ اَلَاوَاِنَّ بَلِيَّتَكُمْ قَدْعَادَتْ كَهَيْئَتِهَا يَوْمَ بَعَثَ اللهُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَالَّذِىْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ لِتُبَلْبَلُنَّ بَلْبَلَةً وَلَتُغَرْبَلُنَّ غَرْبَلَةً وَلَتُسَاطُنَّ سَوْطَ الْقِدْرِ حَتّٰى يَعُوْدَ اَسْفَلُكُمْ اَعْلَاكُمْ وَاَعْلَاكُمْ اَسْفَلَكُمْ وَلَيَسْبِقَنَّ سَابِقُوْنَ كَانُوْا قَصَّرُوْا وَلَيَقْصُرَنَّ سَبَّاقُوْنَ كَانُوْا سَبَقُوْا وَاللهِ مَا كَتَمْتُ وَشْمَةً وَلَا كَذَبْتُ كِذْبَةً وَلَقَدْ نُبِّئْتُ بِهٰذَا الْمَقَامِ وَهٰذَا الْيَوْمِ اَلَاوَاِنَّ الْخَطَايَا خَيْلٌ شُمُسٌ حُمِلَ عَلَيْهَا اَهْلُهَا وَخُلِعَتْ لُجُمُهَا فَتَقَحَّمَتْ بِهِمْ فِى النَّارِ اَلَاوَاِنَّ التَّقْوٰى مَطَايَا ذُلُلٌ حُمِلَ عَلَيْهَا اَهْلُهَا وَاُعْطُوا اَزِمَّتَهَا فَاَوْرَدَتْهُمُ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَبَاطِلٌ وَلِكُلٍّ اَهْلٌ فَلَئِنْ اَمِرَ الْبَاطِلُ لَقَدِيْماً فُعِلَ وَلَئِنْ قَلَّ الْحَقُّ فَلَرُبَّمَا وَلَعَلَّ وَلَعَلَّمَا اَدْبَرَ شَيْئٌ فَاَقْبَلَ۔

میں جو کچھ کہتا ہوں اس کا ذمہ دار ہوں اور ضامن ہوں یقینی جس شخص پر ان عقوبات سے جو اس کے سامنے ظاہر ہوئے ہیں عبرتیں ظاہر ہوگئی ہیں اس کو تقویٰ شبہوں میں درآنے سے روکتا ہے۔ ہاں! ہوشیار ہوجاؤ کہ بلا اسی صورت سے تمہاری طرف آرہی ہے جس طرح رسالتمآبؐ کی بعثت کے قبل تھی۔ اس خدا کی قسم جس نے رسالت مآبؐ کو بحق مبعوث کیا کہ تم میں ایک عظیم اضطراب پیدا ہوگا اور بہت بڑا انقلاب ہوگا اور جس طرح دیگ جوش کھاتی ہے اسی طرح تم میں ہیجان ہوگا۔ تم الٹ پلٹ ہوجاؤ گے۔ اوپر والے نیچے اور نیچے والے اوپر ہوجاویں گے (یعنی جو اب تک گمنام تھے وہ نام آور اور جو عزت دار تھے وہ ذلیل ہوجاویں گے) جو پیچھے رہ گئے تھے وہ آگے ہوجاویں گے، جو آگے تھے وہ پیچھے چلے جائیں گے، خدا کی قسم میں نے کوئی بناوٹ کی بات کبھی نہ چھپائی اور نہ میں کبھی جھوٹ بولا مجھ کو اس دن کی اور اس جگہ کی خبر مل چکی تھی۔ ہاں یہ سمجھے رہو کہ خطاؤں کی مثال سرکش گھوڑوں کی ہے کہ ان پر ان کے مالک بٹھا دئے گئے اور ان کی نگاہیں چھوٹ گئیں اور وہ گھوڑے ان کو لے کے آتش جہنم میں کود پڑے اور آگاہ رہو کہ تقویٰ کی مثال فرماں بردار سواریوں کی ہے کہ ان پر اہل تقویٰ سوار کردئے گئے اور ان گھوڑوں کی باگیں انہوں نے اپنے ہاتھوں میں لے لیں اور ان سواریوں نے ان کو لے جا کے جنت میں اتار دیا۔ دو چیزیں ہیں حق باطل اور ہر ایک کے کچھ اختیار کرنے والے ہیں۔ اچھا پھر اگر باطل زیادہ ہوگیا تو قدیم زمانے سے ایسا ہوتا رہا اور اگر حق کم ہوگیا ہے تو اکثر ایسا ہوا اور شاید حق پھر پلٹے بسا اوقات ایک شے چلی جاتی ہے اور پھر پلٹ آتی ہے۔

یہ محض لفظی ترجمہ تھا کلام امیرالمومنینؑ کا اگر ہر فقرے کے کچھ بھی تشریح کرتا تو طول ہوجاتا۔ اس کلام کے لکھنے کے بعد علامہ رضیؒ فرماتے ہیں:۔

اقول ان فی هٰذا الكلام الادنى من مواقع الاحسان مالا تبلغه مواقع الاستحسان وان حظ العجب منه اكثر من حظ العجب به وفيه مع الحال التى وصفنا زوائد من الفصاحة لايقوم بها لسان ولايطلع فجها انسان ولايعرف مااقول الا من ضرب فى هذه الصناعة بحق وجرى فيها على عرق وما يعقلها الا العالمون۔

میں کہتا ہوں کہ اس کلام کی خوبی کی حدود ہے کہ پسند کرنے کے حدود اس تک پہنچ نہیں سکتے (اس لحاظ سے

(بقیہ صفحہ ۲۷ پر ـــــــــــ)

ذمہ دار بنایا جاتا ہے۔ حالانکہ بھائیوں میں آپ سے بڑے موجود ہیں مگر سن رسیدگی معیار انتخاب نہیں ہے دیکھنا یہ ہے کہ تکمیل مقصد کی صلاحیتیں کس میں زیادہ ہیں۔

یہ یاد رہے کہ اس امانت کے لئے امانت دار کی تشخیص میں صرف صلبی و بطنی یگانگت کا خیال نہیں رکھا گیا بلکہ مشورہ الٰہی کا لحاظ کیا گیا چنانچہ زرقانی مواھب لدنیہ میں لکھتے ہیں۔

''عبدالمطلبؑ نے اولاد کے درمیان قرعہ اندازی کی اور قرعہ ابوطالبؑ کے لئے نکلا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ خدا ایسے کو اپنی ایسی امانت سپرد کرے جو اس کا منکر اور اس کے قانون کا مخالف ہو۔

واقعہ فیل کے آٹھ برس بعد عبدالمطلبؑ کا دس ربیع الاول کو مکہ میں انتقال ہوا۔ یتیم عبداللہؑ کو جد کی مفارقت کا بے حد صدمہ ہوا۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ جنازے کے پیچھے روتے ہوئے گئے۔ جناب عبدالمطلب کا مدفن ''حجون'' ہے جو مکہ میں ایک پہاڑ ہے۔

اسد علی بقلمہ

پنجشنبہ ۴ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ/ مطابق ۵ راگست ۱۹۵۴ء

(اشاعت اولی سلسلہ اشاعت امامیہ مشن، لکھنؤ نمبر ۱۴۳ صفر المظفر ۱۳۷۴ھ)

❀❀❀

(صفحہ ۱۳ رکا بقیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

کہ جب تک خوبیوں کا احصانہ ہو جائے جو پسند کرنے کا حق ہے وہ حاصل نہیں ہو سکتا اور اس کلام کے محاسن کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا تا کہ اس حد تک پسند کرنے سے زائد تعجب کا حصہ اس میں ہوگا باوجود اس کے (کہ کوئی ان تمام محاسن کو سمجھ نہیں سکتا) اس میں وہ فصاحت کی زیادتیاں ہیں جس کو کوئی زبان ادا نہیں کر سکتی اور جس کی راہوں میں کوئی انسان پہنچ نہیں سکتا۔ جو میں کہہ رہا ہوں اس کو وہی سمجھ سکتا ہے جس نے فصاحت وبلاغت کی منزلوں کو جو حق ہے اس طرح طے کیا ہو اور فصاحت کی اصل کو سمجھ گیا ہو **وما یعقلھا الاالعالمون** سوائے صاحبان علم کے کوئی اس کو نہیں سمجھ سکتا۔

اب میں مضمون کو ختم کرتا ہوں، وہ تصویریں جو امیرالمومنینؑ نے موت کی کھینچی ہیں یا قبر کی ہولناک منزل کا منظر پیش کیا ہے وہ ناظرین کی خدمت میں کسی دوسرے نمبر میں پیش کروں گا۔

❀❀❀

(الواعظ دسمبر ۱۹۳۲ء/ جمادی الاول ۱۳۴۲ھ)